

شکایت گردش ایم

۱۳۰۷



مجلس

Checked
1987

ہمدرد قوم مولوی محسین کاظم حسین جتنا شیفہ کنٹوری

CHECKED 1995

نظم بلبل سیہ منفعہ جناب مولوی مرزا محمد مادی صاحب لکھنوی

مطبع مفید عالم اکبر دین چہیا

قیمت فی جلد ۱۰

بار اول (۵۰۰) جلد

شکایت گردش ایام



بہمدرد قوم مولوی محسین کاظم حسین صاحب شیفہ کنتوری

بر

نظم بلبل سیصنفہ جناب مولوی مرزا محمد رادی صاحب لکھنوی

مطبع مفید عالم اکبر دین چہپا

بار اول (۵۰۰) جلد

قیمت فی جلد



التاس

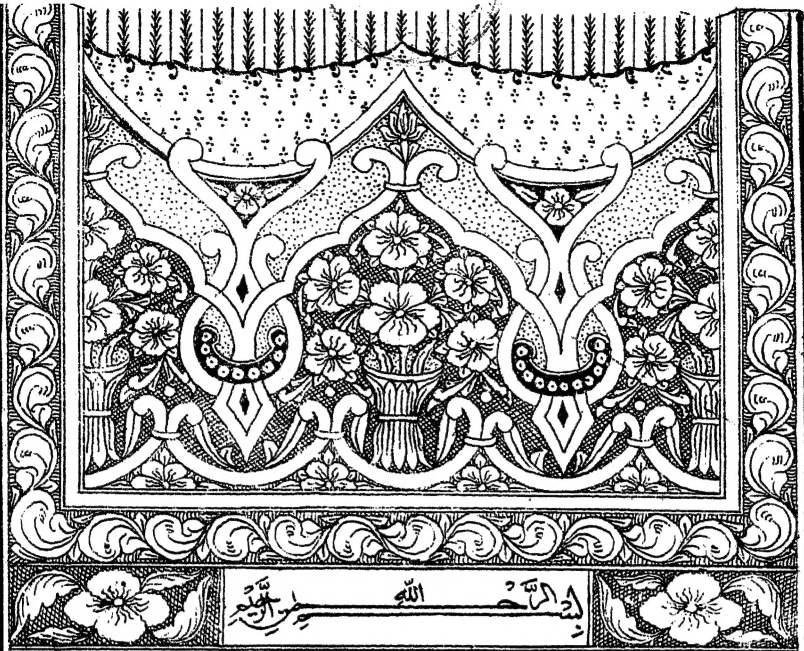
حضرات میں نے نظم بلبل اسیر کو خمس نہیں کیا بلکہ قوم کے اُس درد انگیز خاکے میں رنگ بہا رہے جو نہیں معلوم کس سچے جوش میں ایک شاعر بلند خیال و فصیح زبان قوم کے حامی جناب مرزا محمد ہادی صاحب پر د فیس کر سچن کالج لکھنؤ کے اُس قلم سے کہنچا گیا ہے جو درحقیقت نیچرل تصویروں کے کہنچنے میں مشاق معلوم ہوتا ہے۔ بلبل اسیر کی میں کیا تعریف کروں اوسکی دردناک آہ اور دلکش آواز دل کو ہلا دیتی ہے۔ اوسکی مظلومانہ باتیں ممکن نہیں کہ ظالم کو رحیم نہ بنائیں اور اوسکے عزت دلانے والے الفاظ اوس خون کو ضرور جوش میں لاتے ہیں جو اُن بزرگان قوم سے ہموار شد میں ملا ہے جن کی سنی سنائی باتیں ہی ہم پہلا دینے کو تیار بیٹھے ہیں۔

یہ نظم (بلبل اسیر) دگلداز نمبر (۱۲) شمس ۶ جلد (۲) میں شائع ہوئی تھی جسوقت اوس کے دولے بڑانے والی اداؤں نے میری آنکھوں کو اپنی طرف کہنچا دل بچیں ہو گیا اور ٹھان لی کہ بلبل اسیر شدت اضطراب میں جو کچھ بیان کر رہی ہے اس سے اوس کی توضیح کر لی جائے

میں یہ نہیں بتا سکتا کہ باوجود ایسے شغف اور ولولہ دلی کے اس کام میں اس قدر تاخیر کیوں ہوئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ ذاتی انکار و تعلقات نے روک رکھا تھا تو ایک معمولی بات ہے اور کیوں کسی کو یقین آئے گا۔ ہاں یوں کہنا چاہیے اور واقعی بات ہے کہ ہماری قوم کی سستی کاہلی۔ پست ہمتی۔ آرام طلبی اور ظلمت جہل کی آجکل جو حالت ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور جب کارونا ہمارے رفیاء مریدیا کرتے ہیں۔ آخر میں ہی تو اسی تباہ حال قوم کی (بہ نوع) ایک فرد ہوں پہ کیونکر ایسے نیک کام کے انجام میں تعویض و تاخیر نہ ہوتی بارے اتنے دنوں بعد سہی مگر پورے اشعار پر مصرعے لگا دئے اور اب آپ صاحبوں کے سامنے پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائے اگر کسی مقام پر سہو و لغزش ہو تو عیب پوشی کیجئے۔

اس نظم کو محض کر کے اس رعایت سے کہ اپنے انقلاب احوال و اوضاع کی تصویر کھانی گئی ہے تاریخی نام شکایت گردش ایام رکھ دیا گیا۔ امید ہے کہ ہماری قومی سبک قبولیت کا سارٹیفکیٹ دیکر آئندہ کے لئے اپنی خدمت پر مجبور کرے گی۔ آخر میں دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرتا ہوں کہ وہی مالک حقیقی جسکو بھول کر ہماری یہ حالت ہوئی عفو و غور فرما کر ہماری سستی و کاہلی کو دفع کرے۔ ملکیت ادبار۔ باہمی کدورت۔ اور نا اتفاقی کو دور کرے ہم پر رحم کر کے وہی کہو یا ہوا ابتدائی جوش و خروش پیدا کر دے کہ ہماری ترقی کے دروازے خود بخود کھلی جائیں اور ہماری اولاد و احفاد کو بزرگوں کے علوم و کمالات کا لٹا ہوا ورثہ ملے۔ آمین آمین مجھے یقین ہے کہ میرے مبصر ناظرین بھی شریک آمین ہوں گے۔

ترقی خواہ قوم
شیفۃ کنتوری



<p>درد سے آتا نہیں اب کسی پہلو قرار جھکونہ دے ہم صغیر مشرودہ فصل بہار</p>	<p>ابنی مصیبت پہرین شام و سحر اشکبار موسم گل کی خبر دل میں جھپوٹی ہے خفا</p>
<p>آہ کہ صیاد کے دل پہ نہیں اختیار</p>	
<p>یاد ہیں وہ دن کہ جب تھانہ خیال فغان یاد ہیں وہ دن کہ جب باغ میں تھا آستان</p>	<p>یاد ہیں وہ دن کہ جب رہتے تھے ہم شادمان یاد ہیں وہ دن کہ جب سامنے تھا بوستان</p>
<p>آہ وہ طرف چین اور وہ سر شاخسار</p>	
<p>صغیر خیر کا رنگ اور وہ سبزے کا روپ لالہ حمر کا رنگ اور وہ سبزے کا روپ</p>	<p>نہر مصفا کا رنگ اور وہ سبزے کا روپ ہر گل رعنا کا رنگ اور وہ سبزے کا روپ</p>
<p>گو ہر شب بخم کی آب اور وہ گل کا سنگار</p>	
<p>شاخ میں ہر غل کی تازہ شکر کا ظہور ڈ</p>	<p>باعث تفریح تھا ہر گل ترکا ظہور ڈ</p>

وہ تھا ادھر کا ظہور یہ تھا ادھر کا ظہور	رنگ شفق کی نمود نور سحر کا ظہور
چرخ کی نیرنگیان شام و سحر آشکار	
دور سے تاب تھا رنج و لون سے تھا دور	رہتی تھی آراستہ صحبت عیش و سرور
رند قدر کش تمام نشہ میں تھے چور چور	ابر سیہ کا ہجوم اور وہ سینہ کا دفر
وعدہ کا وہ زور و شور اور وہ چمک بابر	
بجائی کہلاتی تھی جب دور سے اپنی جھلک	نقش الم ہوتا تھا صفحہ خاطر سے حک
تھی کہیں بزم شربتیا کہیں شغل گزک	غیر بشگفتہ کی چار طرف وہ مہک
جیسے کوئی کہولہ سے نافہ مشک تبار	
قطرہ شبنم ہر اک غیرت و در عدل	داغ میں لالے کی تھی نگہت مشک ختن
صورت داؤد تھے مرغ چمن نغمہ زن	گل بسر شاخسار یوسف مصر چمن
سرو لب جو ببار مثل خضر آبدار	
شور لب جو کیا کرتی تھیں مرغابیان	نرگس گلزار کو رہتی تھیں بیجا ربیان
گل نہیں گل چیزوں میں ساری تھیں دایان	باغ کی سرسبزیاں نخل کی سیرابیان
بیہول کی شادابیان ابر بہار آبیار	
اگلی ہے تازگی سینے کے ہر داغ میں	قمر لیں کا زمزمہ ہے زغن و داغ میں
عیش کے سامان ہیں باغ میں و داغ میں	موج ہوا سے دھرت ہلے تھیں یون باغ میں
جیسے کہ دوسرے پش لطف سے ہون چمکا	
رند لب جو ببار باندہ کے بیٹھے ہیں صفت	لب پہ ہر صفت بہار تہ ہیں چمک و دن
مست ہیں گل باغ میں کہتے ہیں باغ و غن	دیدہ نرگس سے یون شاہد گل کی طرف

جیسے کوئی منتظر محو تماشا کئے یار		
دل میں کسی کے نہیں شمع کرج و ملاں	صاف کہ ورت سے ہی سیکڑ و ہم خیال	
موسم گل کا اثر کرتا ہے کارِ کلال	جنش بادِ سحر سے ہے چین میں حال	
نشہ میں جس طرح سے جھومتی ہوں بادِ غار		
کیا ہی اکڑنے لگا دیکھئے شمشاد کو	مات کرے کیا عجب فتد پر یزاد کو	
کوئی بھی کھٹکا نہیں خاطر ناشاد کو	باغ میں گلچین کو دخل اور نہ صیاد کو	
رحمت پروردگار چار طرف سے حصار		
شاد رہا کرتے تھے دل کی تھی حال مراد	سیر چین کرتے تھے پہولوں سے تھا اتحاد	
دل میں کہ ورت نہ تھی اور نہ ایسا اعتاد	ہم سے نہ تھا باغبان برسرِ کین مفساد	
اپنی طرف سے نہ تھا دل میں کچھ دیکھنا		
حسن ہر اک شے کا تھا باغ میں حیرت نوا	وہ روشن کی تراش پٹریوں کی وہ صفا	
گردِ تنہا انگینی سے رنگِ رنج دلربا	وہ زرگی کی دمک چہ ہو کفنِ خدا	
قطرہ شبیم کی آب جیسے ہو گو ہر نثار		
ناز کی فطرتی پر نہ ہوا فوق کچھ	پہول کی اک پنکھڑی پر نہ ہوا فوق کچھ	
باغ کی چند پالکی پر نہ ہوا فوق کچھ	طبع کی صنعتگری پر نہ ہوا فوق کچھ	
سونے کا زیور بہت لائے بنا کر سنار		
شام و سحر آتے تھے سیر کو سیمین بدن	ڈھیر گل اشرفی کے تھے لگے لاکھون من	
خطہ زرخیز نہ تھا فضلِ خدا سے چین	لالہ احمر تھا وہ یا کہ حقیق مین	
موتے کی تھی کلی یا کہ درشا ہوار		

تختہ زمرہ کا تہا دو ب نہیں تھی ہری	ہنستی تھی الماس پر باغ کی ہر کندری
صانع قدرت کی تھی ساری جینتگری	دیکھ کے یہ رنگ ڈھنگ کہنے لگے جوہری

گل ہے ہر اک زرنگار باغ جو اہر نگار

رنگ نشاط و طرب خوب چین میں نہیا	چلنے لگا شام سے دور مئے تاب کا
صبح کے ہوتے ہی بس اور شگوفہ کہلا	نور کا ترکا ہوا اور یہ عالم ہوا ہوا

آئی نسیم سحر باغ میں مستانہ دار

بادہ گلنگ کا ایسا بڑا اشتیاق	شیخ نے تقویٰ کو ہی رکھ دیا بالاطلاق
پھیل گئی ہر طرف تلکھت مہر و وفات	عاشق و معشوق کا شبنم گل میں مذاق

خستہ ادھر بار بار گریہ ادھر زار زار

دل میں ہر اک شخص کے عش کی شورش ہوئی	جوش جنون بڑھ گیا عقل کو غرض ہوئی
برق چمکنے لگی زور سے بارش ہوئی	اسی نسیم سحر باغ کو جنبش ہوئی

ہلنے لگے سب درخت گرنے لگے برگ بار

عیش کا طوفان اوٹھا قصر غم دہم گرے	گاہ گرے جلد جلد در کبھی تہم تہم گرے
بارزاکت پہول شاخوں سے پیہم گرے	یون دہن غنجہ سے قطرہ شبنم گرے

دودھ اوڑھنے لگے جیسے کوئی شیر خوار

لالہ بنا شکل کو س دہوم سے باجا بجا	لبک دکھانے لگے رقص پری باجا بجا
نغمہ سرا یان باغ ہو گئے نغمہ سرا	اسی کسی شاخ سے ایسی سُر ملی صدی صدی

جیسے بجائے کہیں مین کوئی مین کار

دہوم خوشی کی ہوئی باغ میں چاروں طرف	ٹوڑی لاپٹی گئی باغ میں چاروں طرف
گوں گئی گئی گئی گئی گئی گئی گئی گئی	بھیر دین اوڑنے لگی باغ میں چاروں طرف

نامین اوڑانے لگی اونچے سرزمین ناز	
جوش پہ یہ ہے بہار ایک ہر صحرانچہ	سادگیان اوس طرف رنگوں سے سیناچن
وادی ایمن سے پہی ضومین ہوزیاچن	جنبش باد صحر ہونک دے ساراچن
ہر طرف اوڑنے لگیں آتش گل سے شل	
دم میں ہوا ہو گیا ظلمت شب کا غور	پہل گئی روشنی وقت سحر در دور
صبح کے پردے میں تھا قدرت حق کا	جمع کئے صبح نے ایک جگہ نار و نور
پرتو نور حص نور آتش گل محض نار	
جمع ہوئے شایقین باب گلستان کھلا	زمزمہ پیراتھے سب طائر رنگین نوا
دونوں کی تاثیر سے پرتو نقشبہ ہوا	چشمہ خورشید سے نور برسنے لگا
آتش گل سے ادھر تک اڑھا اک نجد	
کیون در زمین بادہ نوش یاغین دراز چہ	ہے نئے ناب و گرگ بہر مدارات جمع
ابر نہ دیون سر کوہ ارار است جمع	سرد ہوا میں ہوئے جبکہ بخارات جمع
پرتو درمیان دارمید پڑنے لگا ایکبار	
باغ کی ہر شے میں ہے لطف لرزہ گاہ	دیکھ کے بے اختیار کہتے ہیں سب واہ
گیندے کی وردی وہ زرد لکڑی کی کلا	وہ چین اور اسجود اور وہ ابر سیاہ
روم و حلب پڑھتا ہے سپہ زر نگار	
جھومتے ہیں نو نہال پہنچے ہوئے سبز خت	سبز خوابیدہ کے ہو گئے بیدار خت
پہل گیا چار سو جوش صفا ایک لخت	مینہ کے برس جانے سے دھوپ بالکل خت
نام کو ہی بلغ میں اب نہیں گرد و غبار	

باغ کی ہر چیز کی کیفیتیں خوب تر	قلب میں ذوق اثر چشم کو شوق نظر
جہک گئے تعظیم کو نخل صفین باندہ کر	شاخ یہ اس طرح سے شاہ گل جلوہ گر
جیسے زمرد کے تخت پر ہو کوئی شہر بار	
قابل نظارہ ہے زینت صحن چین	ہے کہین سروہی اور کہین نارون
سبکی نرالی ہے وضع سبکی نرالی چین	ایک طرف فستون ایک طرف یاسمن
ایک طرف ارغوان سب ہیں یہ خد شکار	
باغ کے اشیاء تمام قدرت موجود ہیں	باعث تزئین ہیں موجب مقصود ہیں
جتنے ہیں سب آلہ منفعت و سود ہیں	اور بھی خادم کئی سامنے موجود ہیں
جنگو اشارہ کئے چلتے ہیں سب کاروبار	
فرش زمین پر کہین بیٹھے ہیں مردم گیار	صف کہین باندھے ہوئے کیلونی قایم گیار
جائیے گلزار کو دیکھئے صنع الہ	ہے کوئی زرین کمر اور کوئی زرین گیار
ہے کوئی حسین بدن اور کوئی حسین غلار	
ابتوچین میں نہیں حاجت جام و سبو	مست کئے دیتی ہے لالہ لبض کی بو
ہے کوئی رنگین لباس اور کوئی سرخ رو	لالہ و گل کی نمود کب ہے لب آبجو
آئینہ میں دیکھتا ہے چین اپنی بہار	
ایک طرف بار سے نخل لچکتے ہوئے	ایک طرف آب سے حوض چپکتے ہوئے
دیکھ کے یہ ماجرا لوگوں کو سکتے ہوئے	شاخ سے اکثر گرے پہول جھکتے ہوئے
نہر کا پانی تمام ہو گیا عطر بہار	
شاخ گل سرخ میں لال پری کا چلن	لغفہ سرایان باغ زیب وہ انجن

خطہ اندر سبھا ہے کہ زمین چین	بحر طلسات میں سبز پری غوطہ زن
عکس ہے شمشاد کا نہر میں یون آشکار	
روح کو لہراتا ہے سبزہ و آب روان	باغ کی ہر اک ستر حسن بیچ کھکشان
کیون نگہ شوق سے دیکھے نہ پیر آسمان	چار گھڑی دن رہے کا وہ سہانا سماں
شام اورہ شیفہ صبح بنارس تشار	
سبزہ شاداب سے حسن خط سبز گرد	برہکے لب یار سے ناز کی برگ ورد
باد و شفق بے مثال باغ کی ہر چیز فرد	موج ہوا سرد و سرد رنگ شفق سرخ و زرد
لالہ و گل کا بناؤ سرو سن کا سنگار	
زرگس مخمور میں چشم صنم کی حیا	سوسن رنگین پہ بھی ہونٹوں کی سی فدا
سنبل ترین نہان نگہت زلف رسا	عارض گلگون سے شوخ رنگ گل سرخ کا
نشر ہر مرثکان سے تیر باغ کا ہر ایک خار	
ریشک صنم خانہ تھا خوبون میں بوتان	شوخیوں کے رنگین ڈوبا ہوا انزوان
جلوہ معشوق تھا باغ سے ہر سوعیان	سبزہ گلزار تھا روکش خط بیتان
سنبل بچان کے پیچ غیرت زلف نگار	
عکس گل سرخ سے لعل تھا ہر ایک رنگ	اوج سہی دیکھ کر چرخ چٹو بی تھا رنگ
صنعت صانع کا ہے کیا ہی نیازنگ دہنگ	دہوپ کی زردی کا رنگ گیند نیلی کا رنگ
دونوں ملے اس طرح سبزہ ہوا آشکار	
نوک مرثہ کا یقین نوک سر خار پر	خندہ زنان سرخ پہول یار کے خار پر
چھائی ہوئی رونقین ہر در و دیوار پر	سایہ درختوں کا یون صفحہ کارزار پر

	جس سے کہ عکسی شیبہ باغ کی ہر شاخ سرسبز	
حسن سے خالی ہندین کوئی فراز و نشیب عکس فگن ہو کے شاخ دے یہ نظر کو زیب	لاالہ گل سے جو ہے تختہ گلشن کی زیر شیبہ چشم کے دل سے سناٹا شکیب	
	دیدہ نرگس میں ہے سرمہ و نبالہ دار	
جانب رو سے زمین جب گئی ہیں سہاں گرتے ہیں یوں شاخ سے پھول علی الاصل	کثرت اشعار سے ابکے ہوا ہے یہ حال دیکھ کے یہ صورتیں ہے متحیر خیال	
	تار نظر سے نگاہ گوندہ لے پھول کو تار	
مجمع عشاق سے خالی ہے کوئے صنم رنگ گل سرخ ہے روکش روئے صنم	شاہد گل کو ملی عادت خوئے صنم آنکھ اٹھاتا ہندین اب کوئی سوکھ صنم	
	سنبھل چپان کے پیچ غیرت زلف نگار	
باغ میں رہنے لگے کوچہ دلبر جھپٹ عارض جانان سے خوب رنگ ہر ایک پوچھ	عاشقوں کی طبع کا رنگ مبدل ہوا گلشن ایجاد میں ایسی چلی ہے ہوا	
	نوک مرثہ سے سوا باغ کا ہر ایک خار	
چار پہر چھپے چار پہر بولیاں دیکھ کے گناہ کو کہنے لگا باغبان	بندہ سرا یاں باغ آٹھ پہر شادمان ہم نے تو دیکھا نہ تھا فصل کا ایسا سامان	
	پھولوں کا کہنا بہن کے شکل آئی بہار	
مازہ مضامین سے پھلتا ہوا نخل خیال برگ ہر اک سبز سبز پھول ہر اک لال لال	فصل کو اس درجہ ہے جوش نمونہ کمال کر لو اسی پر قیاس باغ کا پوچھو نہ حال	
	مرغ چمن شاخ شاخ چھہ زن بار بار	

رندون کا سہ جگہنا سامنے جام وقح
شام سحر مہکتا رشاہد عیش و فرح
پانی برس کر کھلا نکلی ہے قوس قزح
مرغ چین مل کے سب نغمہ سرا جطر ج

لوگ دے ارگن کوئی اور لاپے بہار

دونوں مقابل ہوئے شوق ہوا روبرو
جذب کی تاثیر میں کچھ نہ رہا اشتباہ
دیر سے دونوں میں خوب آج لڑی ہے لگا
سامنے ہیں ہر وہاد دیکھئے صنع اللہ

جیسے دو آئینہ رہو مین کسی جادو چار

ایک ہی نقشہ سا ہر ایک ہی طلعت سی ہے
ایک ہی پر تو سا ہے ایک ہی صورت سی ہے
طرز نگاہ سے کہلا دونوں میں الفت سی ہے
ایک کو سکتا سا ہے ایک کو حیرت سی ہے

دیکھ کے اک ایک کو دونوں میں آئینہ دار

کس سے بیان ہو سکے وصف چین کا بہلا
واہ ری رنگینان واہ رکجوش صفا
غلغلہ زیب وزین ارض سے ہر ناسا
ایک کا مونہ زرد ہے ایک ہے بے نور سا

دیکھ کے گل کا سنگارا ورجین کا نگہار

چہرہ گل سے عیان طنطنہ دلبری
دیکھ کے سبزہ نخل ہے فلک اختری
مہر بھی رکھتا نہیں مہر بے ہم سری
رنگ گل نیلوفر گنبد نیلوفر سی

دیکھ کے گردش میں ہے جیسے کوئی بقیہ

خوب ہی دلچسپان اپنی دکھاتا ہوا
پیشتر اس سے نہ تھا اسکا شیوہ بڑا
رنگ میں تبدیل کی چاہیے انسان کو
صبح کا عالم کچھ اور شام کا عالم کچھ اور

صبح ہے کا فور بیز اور ہے شب مشکبار

شام کی تاریکیاں اور سحر کا قلق
دیکھ کے یہ انقلاب لیتے ہیں عاقل سبق

شمس و قمر واسطہ میں پے فیضان حق	صبح سنہری درق شام روپہی درق
فیض مہ و آفتاب شام و سحر آشکار	
فرط زنگل سے ہین اہل چین دل غنی	دولتِ قارون پہ کرتے ہین چنگ ننی
پھیلی ہوئی ہے تمام چار طرف روشنی	رات کی وہ چاندنی اور وہ گل چاندنی
جس سے شب ماہ کی ہوتی ہے دونی بہا	
دیکھتی ہے باغ کو شوق سے ہر جو عین	قطعہ فردوس ہے یا کہ چین کی زمین
پہول ہین سورج مکھی کے بھی نہایت حسین	دیکھ کے گل چاندنی ہوتا ہے سب کو مقین
چادرِ مہتاب کے کتر سے ہین گل بیشمار	
ٹھنڈی ہوا چلتی ہے اوٹھ گیا غل غل بم	سرو سہی نہر میں دھوہے ہین ہونہ ہونہ بم
باغ ضیا بار ہے اتارے فلک سے نجوم	کرک شب مہتاب کا ہے چین میں نجوم
تارون بہری رات بھی جس سے کہ ہوش مرنا	
باغ کی شب نور سے ہو گئی ہے روز باغ	باغ سنہری ہوا جگنو ہین روز و باغ
ہین یہی محبوب باغ ہین ہی دسوز باغ	ہے گل شب بو کی شاخ شمع شب فروز باغ
اور یہ اوس شمع کے گرد ہین پروانہ دار	
دیکھنے کو بوتان آیا ہے سارا جہان	طائر وں کی بولیاں سنکے ہین شب امان
کہنے لگا باغبان شب میں ہون کا سماں	باغ میں دیکھو جہان اکلی چمکے عیان
آتش گل سے گڑاڑتے ہین بہیم شرار	
جگنو وں کی روشنی کا ہے فلک پرچو	ماند ہوئی مشتری گہٹ گیا زہرہ کانور
ابوخطوط شمع جاع جانے لگے دوزخ	ہے وسط گل میں یا نکلے سبب ظہور

	داگرہ میں جیسے ہومر کہ نور آتش کا	
پہلوں کے یورپ کی دیکھتے دیکھتے روئیدگی قوم نصرا کو ہے باغ سے دہشتگی بس کہ ہر اک برگ پر اک سی ہر اک لگی		کھد و پریش کو آئیں سوی چین باپی
	ہوتا ہے ہر نخل پر سب کو گمان چنار	
دشت و جبل میں یہی پہلی ہے بن میں یہی سارے چین میں یہی سرور میں یہی		فرش زمین میں یہی چرخ کہن میں یہی جتنے ہوا خواہ باغ سب کے بدن میں یہی
	دیدہ زرخس میں نور آتش گل میں شلار	
شاخون کا وہ چو منا پتوں کی دہی صدا رات کی خاموشیان جن پر تکلم را		باغ میں آہستہ سے چلتی تھی ٹھنڈی ہوا بات کوئی دلفریب روپ کوئی دلفرا
	رات کی تاریکیاں جن سے نخل زلفیاد	
رات کی وہ بیخودی رات کی ہوشیان رات کی تاریکیاں رات کی خاموشیان		رات کی وہ صحتین رات کی مینوشیان رات کی وہ یار سے باہی سرگوشیان
	رات کی وہ راحتین صبح کا وہ انتظار	
صبح کو اشجار پہر و بر و تھے ہلہلے صبح ہوئی پہر وہی باغ وہی پیچھے		صبح کو الوان پہر سامنے تھے ڈٹھے صبح کو اوڑنے لگے دوستوں میں ہاتھ
	لالہ و گل کی بہار اور وہی سبزہ زار	
آہ وہ آسودگی اور وہ آسائشیں باغ کی آرائشیں باغ کی زیبائشیں		صبح کو ہونے لگیں راگ کی فرمائشیں آنکھوں میں ہیں اب تلک ساری وہ آرائشیں
	موج ہوا تازہ کارنگ شفق غارہ کار	

ہتی نہ کدورت بہم اور نہ بوی ستیز	کوئی چپکنا کہین اور کوئی گرتا تھاریز
آہ وہ سب عشرتیں گر گئیں ہم سے گریز	نگہت گل عطر بیز آتش گل و دوشینہ

انگہت گل عطر بار آتش گل شعلہ یار

عیش ترقی پہ تھا اور طرب کا شباب	نعمۂ اہل چین غیرت چنگ و رباب
کوئی کسی کا جواب کوئی کسی کا جواب	بوی گل عنبر شربت سائیک گل مشکاب

سنبھل پیمان کے بیچ نافہ مشک تمار

ہم کو نہ معلوم تھی راہ شیب و فراز	شاہد گل ہمکنار صحبت راز و نیاز
قلب کی تفریح کے جمع تھے سامان و ساز	طبع چین عطر ساز موج ہوا کار ساز

غالیہ و مشک و عود و حجر و دود و بخار

طبع کسی کی ہنیں مائل شور و مناد	سب میں ہم دوستی سب میں ہم اتحاد
بار و ربار دار بار بھی حد سے زیاد	دیکھئے جس نخل کو باغ میں ہے باہر داد

طفل شکوفہ کو سب کہتے ہیں - ہر پہنہا

باغ کی انیتیں دیکھ کے سب وجد ہیں	باغ کی نو عیتیں دیکھ کے سب وجد ہیں
باغ کی خاصیتیں دیکھ کے سب وجد ہیں	باغ کی کیفیتیں دیکھ کے سب وجد ہیں

چرخ و مہ و آفتاب انجم و لیل و نہار

آئینہ خلد ہر ایک خیابان ہے	گلشن شاد پہی حب کہ قربان ہے
جو کبھی دیکھا نہ تھا اب کے وہ سامان ہے	فرش سے تاعوش جوشے ہو وہ حیران ہے

قابل نظارہ ہے قدرت پروردگار

درد کا افسانہ ہے سننے سے کراہتزاز	اپنی محبت کا جوش اور گلوں کا دناز
-----------------------------------	-----------------------------------

قصہ ہے یہ جانگزا ذکر ہے یہ دلگداز	تجہ سے کہا تنک کہین قصہ دور دراز
ہم اسی حیرت میں تھکتے ہیں اک دام	
باندھے ہوئے سوزنیں دام کے ہر تار میں	دیکھی نہ تھی یہ غلش ہم نے کسی غار میں
کوہ مصیبت ہے ہی بڑھ کے تھا مقدر میں	لیکے کوئی دام سخت آگیا گلزار میں
ہم جو ہیں اڈرنے لگے ہو گئے اسکے شکار	
اپنی وہ اوستا دیان راس نہ آئیں ہمیں	فکر کی شیا دیان راس نہ آئیں ہمیں
شام و سحر شادیاں راس نہ آئیں ہمیں	آہ وہ آزادیاں راس نہ آئیں ہمیں
عہد سرت مگر ہم سے نہ تھا استوار	
قید سے چھٹ جا گین ہم اتنا کہاں ترس	آہ و فغان راگمان صورت صورت ہوس
کون ہے فریاد رس کوئی نہیں دادرس	اسکو ہوئیں مدتیں ہم ہیں اس قیفس
اب ہیں نہ وہ چھپے اور نہ وہ باغ و بہار	
طینت سٹھکی کی کیا کہیں سفاکیاں	بات میں ہیں تیز زبان قلب میں ہیں سختیاں
سخت ہیں سب بند نشین لوہ کی ہیں پیراں	سامنے ہے قیفس اور بھی تیلیاں
ہے یہی آب و ہوا اور یہی لیل و نہار	
آہ اکیلے ہیں ہم کوئی نہیں پاس ہے	فاصلہ پر کو سوئے پہلو کوئی بوباس ہے
خوف نہ گھچیں کاہے گل کا نہ وسواس ہے	قید میں گذری ہر عمر چوٹنے سے یاس ہے
موت کی ہے آرزو موت کا ہے انتظار	
آہ کہ مر جا گئی رنج سے دل کی کھلی	آہ کسی دوست نے ہکو نہ پوچھا کہی
آہ جو یہ جانتے کرتے نہ دوستگی	آہ کہ طبع چین ہم سے موافق نہ تھی

آہ مزاج بھار ہم سے نہ تھا ساز و آہ	
زیبے مدینہ شورش کی تیشے کی قفل کا ذکر	اتنا بہکتا ہے کیوں چوڑے ابل کا ذکر
کیا صفتِ باغ و راغ کیا شعر و گل کا ذکر	تباہ کجا اسے قلم یہ گل و مبل کا ذکر
کھول دے اس راز کو اب کہ ہے دل بہ قرار	
اہلِ ملک کو زیب دیتی ہیں خوبہ نیاں	ہم تو ہیں اک خاکسار جاہلینِ مسکینان
شوق سے گھجین کرے باغ میں گھجیان	نوحہ گری میں نہیں زیب یہ رنگینان
سوگ نشینی میں کیا قصہ باغ و بہار	
فائدہ کیا گر کہا باغ میں اوڑتی ہو خاک	فائدہ کیا گر کھا خاک ہوا جل کے ڈھاک
فائدہ کیا گر لکھا غنچہ کو اندوہناک	فائدہ کیا گر گیا جیب سحر چاک چاک
فائدہ کیا گر گیا دامن گل تار تار	
تازہ کوئی ماجرا لکھ کہ جسے دیکھ کے	تندرہ غم نالکھ کہ جسے دیکھ کے
قصہ حسرتِ فزا لکھ کہ جسے دیکھ کے	حال کچھ اوس قوم کا لکھ کہ جسے دیکھ کے
دیدہ عبرت سے ہوں اشک دانِ بابر	
قوم وہ جسکو نصیب غیرِ زیان کچھ نہیں	قوم وہ جسین بجز خواب گران کچھ نہیں
قوم وہ احوالِ زار جس کا نہان کچھ نہیں	قوم وہ جن نام اب جسکا نشان کچھ نہیں
نام فقط رھ گئے اور نہ رہے نامدار	
قوم وہ جو قوم تھی مالکِ ہر شہ جہات	قوم وہ جو قوم تھی حاکمِ نیل و فرات
قوم وہ جو قوم تھی صاحبِ عزم و ثبات	قوم وہ جو قوم تھی منتخب کائنات
قوم وہ جو قوم تھی مفتخرِ روزگار	

قوم وہ جو قوم تھی صاحبِ طبل نشان	قوم وہ جو قوم تھی قابضِ ہندوستان
قوم وہ جو قوم تھی غیرونِ پیچی مہربان	قوم وہ جو قوم تھی نازشِ اہلِ جہان
قوم وہ جو قوم تھی مایہِ عز و دوار	
قوم وہ جس قوم کی ڈھونڈتے تھے پرباہ	قوم وہ جس قوم نے کر دے دشمنِ تباہ
قوم وہ جس قوم کی مہرِ دلائی گاہ	قوم وہ جس پر رہا سایہِ فضلِ الہ
قوم وہ جو قوم تھی خاصۂ پروردگار	
قوم وہ جو قوم تھی تہِ سرِ دنیا و دین	قوم وہ جو قوم تھی راستِ سخنِ حقِ گرین
قوم وہ جو قوم تھی مالکِ تاج و تلکین	قوم وہ جس قوم کے زیرِ نگین تھی زمین
قوم وہ جو قوم تھی تاجِ سرِ روزگار	
نعمتِ جو د و عطا سے تھے بہرِ خوانِ قوم	یاد ہے اقوام کو آج تک احسانِ قوم
اب تو بہت پیستہ مہرِ بہرِ دشانِ قوم	آہ وہ کیا ہو گئے آج سب جاعلانِ قوم
کاسیتے جن سے رہے رستم و اسفندیار	
جن کی شجاعت کا شور تھا سرِ چرخِ بین	جن کے تھے محکوم سب قیصرِ فغانِ چین
جن کی لڑائی میں ساتھ رہتے تھے تہذیبِ اللہ	جن کے فرس پر تھا تنگ عصہ و زین
جنکے نفس سے تھے گرم معرکہ کارزار	
مصر سے یونان تک جنگی سیاست کی دہم	روم سے جاپان تک جنگی بسالت کی مہم
سوئے جنوبِ شمال جنگی شہامت کی دہم	شرق سے تا غرب تھی جنگی شجاعت کی دہم
آج ہیں کس نیند میں اسے فلکِ کجدار	
مسندِ لاون کے جواحقِ دین ایسے ہیں مسندِ لاون	کوئی ذلیل و خراب اور کوئی مقفر

یہ ہوئے محکوم غیر غیر ہوئے مقتدر	اب ہیں نہ وہ مقتدر اور نہ وہ مختار
اب ہے نہ وہ افتخار اور نہ وہ اقتدار	
اب ہیں نہ وہ ہمتیں اور نہ وہ فضائل	بلکہ جھالت ہے باہمی جنگ و جدال
ہاے یہ کیا ہو گیا قوم پر آزار و مال	اب ہے نہ وہ ملک مال اور نہ وہ جاہ و جلال
ہم سے زیادہ نہیں اب کوئی دنیا میں خواہ	
شبیہ فتنہ ہو مضطرب قلب ہے اندوہین	تیرے اشارات سے کچھ مجھے کھلتا نہیں
کون ہے ایسا خراب کون ہے ایسا حریف	ذکر ہے کس قوم کا نام لے مرزا کہیں
ہو نہ ہو وہ قوم ہو جسکے ہیں ہم یا دیگر	
قوم کا اپنی ہوا جب کہ عرب سے شیوع	اختر اقبال و جاہ ساتھ ہوا تھا طلوع
اب نہیں بنتی ہے کچھ غیر خضوع و شوع	مطلع ثانی سے ہوں ایسے مطالب شوع
جسکے ہر اک لفظ سے ہوں جگر و دل فگار	
قبضہ کہا تنک کرین کیسے نہ ہوں اشکبار	مطلع ثانی اشک ہیں اڈے ہوئے جہان ہے ہزار و ہزار
الخدرائے درد و غم الخدرائے اضطراب	المدد اے ضبط اجل ہر بہت بے قرار
آہ کہ کرکٹا نہیں گریے بے اختیار	
ہے یہ قلق کا دوزخ جوش ہے یہ رنج کا	روح نہ گھبرا کہ ہو جسم سے اپنے جدا
دل کا اشارہ یہ ہے کیجئے آہ و بکا	عجم کا تقاضا یہ ہے روئے بے انتہا
ٹوٹ نہ جائے کہیں اشک مسلسل کا سار	
روکے سے رکتی نہیں گرم فغان آہ نر	غم نے دیا یہ فشار جسم کا ہر رنگ زرد
نالہ مظلوم کی ہی ہو صبر اگر درد	سچی چھئے اس طرح سے صبر کوئی ہاں درد

روئے اس طرح سے جیسے کوئی سوگوار	جرعہ زہر ملال تا بہ کجا پیچھے دل نین ٹھنی ہے یہی راہ عدم لیجئے جو شہ پہ ہے خونِ دل اب تک کیجئے	
روئے اس رنگ سے چہرہ بنے لالہ زار	ہم تھے کبھی ہوشیار ہم تھے فہیم و عقل ہم تھے جہان میں کبھی صاحبِ قدر و منزل اب ہم بدیہی یہ بات چاہیے پہر کیا دلیل آہ کہ ہمارا نہیں کوئی حقیر و ذلیل	
ہم سے حقارت کو ننگ ہم سے مذلت کو نا	آہ کسی کو نہیں شوق حصولِ کمال پھیل گئے قوم میں نگشتِ مجمل و ضلال اوج کھان سے ملے پست پسینِ خیال اب ہم نہ وہ ملک مال اور نہ وہ جاہ و حلال	
ہم سے زیادہ نہیں اب کوئی دنیا میں خواں	لڑنے پہ آگیاں ہی میں سبکی ہر کج مریں کی کیسی ہے یہ غوی بد قوم کے دل میں بسی قانون سے فرصت نہیں لاکھ کرین جبری ختم ہوئی ہم پہ آج مفلسی و بیکسی	
دیکھئے جس شخص کو آج ہے وہ قرضدار	سخت امارت پہ ہم تھے کبھی مست نشین دیکھا نہیں انقلاب دہر میں ایسا کہین ہمارے زمانہ میں ہم ہو گئے بے اعتبار ہمارے بے اعتباری کا کیا ذکر ہے یہ ایک بھی ملتی نہیں	
ایسے زمانہ میں ہم ہو گئے بے اعتبار	دلمیں ہمارے نہ تھا کد و فریب و دغل ہوتے تھے ہم کامیابِ وقت ستیز و جہل فتح و ترقی میں تھی قوم یہ ضرب المثل ہند سے اسپین تک تھا کبھی پناہ ل	
اپنے ہی قبضے میں تھے دشتِ ماکوہا		

کیا تہی فتوحات کی شیریں بطحا میں ہوم	حفظ دیونان میں دہوم کشور کسلا میں ہوم
بلکہ جزائر میں دہوم خشکی و دریا میں ہوم	اپنے فتوحات کی ایسی تھی دنیا میں ہوم
اف	چاہیے اس فتح کا نام نہ لے روزگار
فاتح و اختر ہوئے تہا جو خدا مہربان	تھوڑی ہی مدت میں ہم بچے کہاں کہاں
تو نے یہ کیا کر دیا دفعتاً اے آسمان	سارے زمانے سے آہ مٹ گیا نام نشان
	سارے زمانے سے آہ گم ہوا اپنا وقار
ہم کو کسی سے نہ تھا خلق میں خوف و خط	جس کی طرف بڑھ گئے کر دیا زیر و زبر
ہم تھے جواد و سخی صاحب تیغ و سپر	دست نگر اپنے تھے مالک املاک زر
	اپنے جو محتاج تھے آج ہیں وہ مالدار
کوئی حکومت ہے تخت پر نشین	کوئی صناعت ہے اکمل روئے زمین
جاہ و ترقی حصول دہر میں کس کو نہیں	مستاقبال پر کون نہیں جاگزمین
	شاہد مقصود سے کون نہیں ہمکنار
ایک ہمین ہیں کہ ہیں رنج و الم سے اوداس	ایک ہمین ہیں کہ ہیں جہل ہی سے گروشناس
ایک ہمین ہیں کہ ہے صورت ادا بائیں	ایک ہمین ہیں کہ ہے ہمکو ترقی سے یاس
	ایک ہمین ہیں کہ ہیں موت کے امیدوار
ایک ہمین ہیں کہ ہیں اوج سلف کے خزل	ایک ہمین ہیں کہ ہیں پست روش کے غفل
ایک ہمین ہیں کہ ہیں مستیوں میں میل	ایک ہمین ہیں کہ ہیں سار جہان میں ذلیل
	ایک ہمین ہیں کہ ہیں ری خدائی کے خوار
علم سے تقریر سے کون نہیں سرفراز	فضل سے تحریر سے کون نہیں سرفراز

ہمت و تدبیر سے کون نہیں سرفراز	منصب جاگیر سے کون نہیں سرفراز
دیکھئے جسکو وہ ہے صاحب عز و قوار	
کون سنے گایہ حال فکر ہے کسکو سنائیں	اپنی مصیبت پہ ہم آپ ہی آئیں ہائیں
ملک تو باقی نہیں شہر و وطن بھی چھوڑیں	ہم وطنوں کو یہ کد خاک میں ہم کو ملائیں
اپنی سکونت ہی اب اذکو ہوئی ناگوار	
سخوت کبر و نفاق پھیل گئی چار سو	دوستوں کے عیب کی ہونے لگی جستجو
سلب ہوا اتفاق دشمنی کا ہے غلو	دوست جو اپنے تھے کل آج ہوئے عین
آہ نہ جاسے قرار اور نہ پاسے فرار	
ایسے میں ہرگز نہیں شکوہ کی کامین	اپنی ہی تقدیر کا آپ ہے رونا ہمین
اب نہیں باقی رہا کوئی سہارا ہمین	سنگ مذلت سے یوں چرخ نے پیارا ہمین
خاطر احباب پر بار ہے اپنا غبار	
دیکھ کے یہ حالتیں دل ہے پریشان آہ	دین پیہر کا بھی ہو لے ہین احسان آہ
عقل ہوا ہو گئی بن گئے نادان آہ	اپنے زمانے میں ہین ایسے مسلمان آہ
ہندوؤں سے مل کے ہے جنکو بہت افتخار	
یوں تو ہر انسان ہے مصدر سہو خطا	لیکہ بدافعالی پر خوبیوں کی ادعا
واہ ری دانشوری واہ رے فہم و ذکا	علم سے بے بہرہ ہین عقل سے نا آشنا
دل میں سمائی ہوئی ہم ہین بڑے ہوشیار	
بے کہے اور بے سنبھتے ہین سب کفیل	ایسی سمجھ پر بہلا کون کہے گا عقیل
کون سا ہے طریق کوئی ہے یہ سبیل	جاتے ہین جلسوں میں وہ قوم کو نکار کفیل

	لوگو کہ نہیں قوم کو اون پہ ذرا اعتبار	
کوئی نہیں راہبر دھڑتے ہیں چار سو	منزل مقصود کی کرتے ہیں یوں جستجو	ہاں جو یہی حال ہے نکلے گی کیا آرزو
دوست جو ہیں اونکو وہ سمجھے ہیں پنا	جو کہ عدو ہیں انھیں سمجھے ہیں وہ دھنارا	
قوم میں ہونے لگا رہیوں کا اہتمام	علم نہیں پہر کہاں فرق حلال و حرام	نشہ ادبار میں مست پڑے ہیں تمام
آہ اسی قوم میں آج جہالت ہے عام	جبکہ سلف تھے کبھی خلق کے آموزگار	
آہ وہ کیا ہو گئے دافع اشرا و شر	آہ وہ کیا ہو گئے مالک تیغ و سپر	
آہ وہ کیا ہو گئے صاحب علم و ہنر	آہ وہ کیا ہو گئے جن کی تھی غامض نظر	
آہ وہ کیا ہو گئے متغیر روزگار		
ہندی تو ناشاد ہیں اور ہوں ناشاد	اور مسلمانوں پر کیجئے ایراد کیوں	
جائے شیراز کیوں جائے بغداد کیوں	اپنا وطن چھوڑ کر ہو جائے برباد کیوں	
جائے کیوں اصفہان جائے کیوں قندھار		
دل میں اسی ملک کا تخم ولا بوئے	ملک کی ہمدردیوں کا تہ سے کیوں کہوئے	
آہ کہاں جائے اور کسے روئے	نوحہ غم کیجئے اشکوں سے مونہ دھوئے	
روئے کو کچھ کم نہیں ہند کا احوال زار		
آہ وہ دہلی جو تھی مجمع حسن و جمال	آہ وہ دہلی جو تھی منبع جاہ و جلال	
آہ وہ دہلی جو تھی مرجع اہل کمال	آہ وہ دہلی جو تھی خویوں میں بنیال	
آہ ہے اسکا لقب دہر میں اجڑا دیا		

آہ کہ وہ لکھنؤ علم جہان تھا اگر و ۲	آہ کہ وہ لکھنؤ معدن ایجاد نو۔
آہ کہ وہ لکھنؤ جس کے چراغوں کی نو	آہ کہ وہ لکھنؤ جس کی ترقی کی ضو
پر تو خورشید کی طرح سے تھی آشکار	
رہتا تھا جس لکھنؤ میں علما کا ہجوم	فرض تھا جس لکھنؤ پر فضلا کا زوم
آج وہی لکھنؤ جو کہ تھا دارالعلوم	آج وہی بیت علم جس کی جہان میں تہی
جہل کی تاریکیوں سے ہر شبستان تار	
جہل کے قانون میں بڑ گیا اپنا عبوس	دل میں ہے بغض و نفاق سر پہ ہے غرور
وہم میں آتے نہیں ہیں سخنان شعور	علم سے ہم ہیں نفوس عقل سے ہیں دور
اہلی اپنا و تار جہل ہے اپنا شعار	
لائین کہاں سے بہلا اگلا سا وہ خوشی	گر چکے طرز سلف دل سے فراموشی
بتلے بطل ہم بتلے مینوش ہم	نشہ غفلت میں کچھ ایسے ہیں مہوش ہم
ذہیت ہے جب کا خمار موت ہے جب کا اُٹا	
دیکھئے کس کی طرف کیجئے کس پر نگاہ	سب طلبہ ہیں خراب سب علما ہیں تباہ
جہل یہ شائع ہوا ہے کہ حد کی پناہ	علم کی وہ شان ہے اپنے وطن میں گاہ
جیسے کسی شہر میں کوئی غریب الیاء	
مالک سیف و قلم ہم تھے کبھی لاکلام	انگیت واد بار نے اب تو بنایا عظام
سب تھے یہ بیدار سخت جملہ تھے نیک نام	سوئے ہیں زیر زمین سیکڑوں مقام
خواب عدم میں ہیں آہ سیکڑوں والا تبار	
اپنے ہی افعال سے دیکھا ہی یہ روزگار	اب نہیں ہوتی مفید اپنی کوئی جد و گد

لائے گئیں بات پر ہمارے سلف کی سند اوٹھ گئے دنیا سے یوں جیسے کوئی لالہ

آہ جان میں نہیں اونکا کوئی یادگار

ایسا کچھ بتر ہے اشام و سحر اپنا حال کیوں نہ ہو جوش قلق کیوں نہ ہو جوش ملال

آہ کہ ہے بے چرخ اہل ہنرمند کا مزار

سنگے یہ نوحہ تیرا روتے ہیں ارباب درد ہوگی یہ مشکل نہ حل فضل خدا کے بغیر

حمد میں مطلع لکھنے سے خاتمہ معجز نگار

تیری ہی رحمت کا ہے ابھی اک آبدار ^{مطلع} تیری ہی قدرت کی ہے ایک نمونہ بہار

شان کو تیری قیام نام کو تیرے قرار عرش سے تافرش ہی نام کی تیرے پکار

تو ہے رحیم و کریم بندوں پر ہے مہربان ذات ہی تیری قدیم اور ہے حادث جہان

یاد تیری اسے رحیم رونق قلب جہان ذکر تیرا لے کریم لذت کام و زبان

ناطقہ سوجان سے نام یہ تیرے نثار تیرے سواد و سر اہید کا عالم نہیں

تیرے سواد و سر افضل و مکرم نہیں تیرے سواد و سر اسطی و منعم نہیں

سب تیرے در کے گدا سب تیرا مہر دار

بندوں کو دیتا ہے تو بیخ و بلا سے نجات تیرے ہی قبضے میں ہر خلق کی موت و حیات

مثل تیری ذات کے پاک ہیں تیرے صفات نام کو تیرے بقا ذات کو تیری ثبات

	تیرے سوا اور ہر چیز ہے ناپائدار	
تجربہ پہن سب آشکار دل میں جو غمی ہیں اس میں ہو صدقہ زکوۃ یا کہ ہو روزہ نماز	بہر مرام عبا و فضل تیرا کار ساز اگر کہ ہر اک شے سے ہر فائدہ تیرا ہی بنا	
	سہے تجھے لیکن پسند عاجزی و انکسار	
حال ہے ابتر بہت آج کل اس قوم کا بارت را ہو قبول مضطربانہ دعا	ایسے میں فریاد رس کون ہو تیرے سوا تجربہ سے گدایانہ ہے آج میری التجا	
	اک نظر لطف کا تیری ہوں امید دار	
آہی گیا سامنے زلت و زلزلت کا وقت آہ مسلمانوں پر اب تو ہے آفت کا وقت	علم کا گزرا ہے وقت اب سب جہالت کا وقت امت خیر الورا پر ہے مصیبت کا وقت	
	رحم کر اسے کبریا رحم کر اسے کردگار	
امت مرہومہ کا اب ہے بہت غیر حال لطف کر اسے صاحب غنیمت جاہ و جلال	مومنہ کو مین پہیرے ہوئے دولت و علم فضل کر اسے مالک مملکت لازم و مال	
	بہر نبی کریم بہر شہ ذوالفقار	
خاص طبائع میں ہے جہل کا ایسا حلول سلب ہیں ہوش و حواس دل ہے نہایت ملول	دین کے اپنے تباہ اب ہیں فروع و اصول واسطہ پہنچتے ہیں میری دعا ہو قبول	
	مطلب دل ہو حصول واسطہ بہشت دار	
واسطہ اول کا تجربہ جو ہیں قسیم و حنان واسطہ اول کا تجربہ جو ہیں تیرے راز دان	واسطہ اول کا تجربہ جو ہیں شفیع جہان واسطہ اول کا تجربہ جن پہ ہے تو مہربان	
	واسطہ اول کا تجربہ جن پہ زیادہ ہے پیار	

قوم یہ سب قوموں سے علم میں ہوا تھا
ہوا یہی یہ انقلاب اور ہو پھر انقلاب

صفحہ نمونہ یہ ہو کوئی نہ اسکا جواب
مجلس تعلیم ہو بار حشر کا سیاب

اسکی تدابیر کا خلق میں ہوا شہنشاہ

نقش دلون میں جمے عزت و کرم کا
چمکے ستارہ کہیں ہند کی اقلیم کا

غیروں کو پہر ہو خیال قوم کی تعظیم کا
سعی سے اسکی بڑھے سلسلہ تعلیم کا

فیض سے اسکے بڑے بڑے طفل ہرک ہونہا

یاس ہے امید سے یاس کا ہر سامنا
ایک سہارا ہے بس ہکو تیرے فضل کا

کس سے کہیں حال دل کس سے کہیں دعا
تیرے سوا اے کریم کوئی نہیں دوسرا

جسکے در فضل پر کوئی ہوا میدوار

تو ہے بعید و نکا دوست تو ہی قرب و نیکا دوست
تو ہے مگر ہمیشہ تر در و نصیب و نیکا دوست

تو ہی ہمارا بھی دوست تو ہی رفیق و نیکا دوست
تیرے سوا کون ہے ہم سے غریب و نیکا دوست

تیرے سوا کون ہے عاجز و نیکا غمگسار

عیش و طرب تیرے ہاتھ پہنچ و عنائے تیرے ہاتھ
امت احمد پہ ہے لطف و عطائے تیرے ہاتھ

سب کی بقائے تیرے ہاتھ سے سبکی فنا تیرے ہاتھ
شرم ہے اس قوم کی بار خدا تیرے ہاتھ

تیرے سوا کون ہے غاصبون کا پردہ دار

سہ سطرے چند بطور تقریظ خمسہ مع تاریخ طبع

شنیدن را نوید آہنگ در دجائ کشیدن - دیدن را مژدہ خون از دیدہ چکیدن باد کہ بلبل اسیر
دام آلام بہ شکایت گردش ایام نفس سچ است و از دست بیاد فک کج نہاد گرفتار بند صدر رخ ترا نہ

درد انگیزش مرغ ہر دلے را بسمل ساز دست و تالہ نثر ریزش بجا رسوی قفس غصہ برق انداز۔ تا اگر گشت
 از گل بوم نگیری نیاری نوحہ عاشقانہ اش شنیدن۔ و تا ز دیدہ نگاہی از زنگس نخواہی نتوانی تپش
 بسلائے اش دیدن دانی کہ گلچین قضا چہ بید و بیدار گری است۔ اما از صغیر پرتائیش چون فاختہ بے
 سر و ہوش از سر باختہ۔ و عیاد و قدر چہ سنگدل جقای پروری۔ دلے از نوای حسرت فزانش بسال قہری
 و دراز شمشاد بہ فغان و فریاد در ساختہ۔ پنداری کہ این برہم زنی صبر و شکیب از گرم فغانی آن غلیب
 خستہ جان است بل ہماں از ہمدستانی شاعر شیوا زبان۔ انگہ بہ ہنگام ترانہ ریزی طوطی شکر خاسے
 طبعش نوای صد آفرین و ثنا از لب ہم فغان می خیزد۔ و بلبل خوش گفتار فکرش دقت زمزمہ سنجی
 سرہم در گلوئی ہمعصران می ریزد۔ آن کیست۔ سر آمد اہل کمال۔ سخنور بے مثال۔ عم و ذیلہ ستہام
 شیعفتہ تخلص **بوی محمد کاظم حسین نام**۔ گفتوری موطن و حیدر آبادی مقام۔ ادامہ اللہ
 بالجاہ الاکرام۔ خدایا تا سرابستان سخن بخوش الحامی طوطیان شکر شکن برنو است۔ شہرہ شیرین سخنی
 شیعفتہ حلاوت سخن کلام و دہن باد۔ وللمقطوعہ التاریخ

چہ شاہد ہستی است این دلائل بخش و زیب دلہا	نثار کن بر و من ہزار جان شیعفتہ
کشیدہ پیکر خیال میرزا بصد جمال	و میدہ جان بصد کمال دم بیان شیعفتہ
حکایتے است غم فزا ز گزشت قوم ما	قرار و صبر شد فدا برین فغان شیعفتہ
تو مرغ ہر دلے بگیر بدام دروازین صفحہ	بکام بلبل اسیر نہ زبان شیعفتہ
چو خواہی سال طبع راز معجمہ بگو دلا	اکہ زیب نظم سیر زار بدان بیان شیعفتہ

ہمچہد آن سید بلبل الدین احمد کستوری مقیم ہے پور برادر زادہ حضرت مصنف خمسہ

راے نسبت شکایت گردش ایام

نظم ایک ایسی چیز ہے جس کا تعلق خاص دل سے ہے۔ اگر اس کے آغاز پر غور کیا جائے تو اس کا انسانی غصہ

وضع ہونا ثابت ہوگا کہ دل پر کوئی اثر ڈالے اور وہ عمدہ باتیں یا نصائح بیکار ہو جانے کی عوض
یاورہ مسکین جنگجو انسان کا حافظہ اپنے فانی قیام تک اپنے پاس رکھنے اور فائدہ حاصل کرنے سے
مجبور ہے۔ مین کہہ سکتا ہوں کہ اگر چند نامہ سعدی تشریف میں ہوتا تو غالباً دیکھنے کے وقت سوا کچھ ہی
اسکی نصیحتیں وہم میں ہی نہ آتیں اور یوں ہر شخص کی زبان پر اس کے اکثر اشعار محفوظ رہیں
جو پڑھتے وقت اثر پیدا کرنے میں اپنا پورا کام کر جاتے ہیں۔ ناظم کی نسبت بلا مبالغہ کہا جاسکتا
ہے کہ اگر وہ چاہے تو دین و دنیا کی باگیں اپنے ہاتھ رکھ کر انسان کے دل کو جہر جہا ہے موڑ
جسکی بیدہی دلیل یہ ہے کہ نظم کی فوری قبولیت ہر دل کو اپنا کر لینے میں برقی قوت کی ہمنما ہے
اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ عموماً دل نظم کی طرف ایسا مائل اور اسکا ایسا دیوانہ ہے کہ
معشوق کے مثل اس کی اچھی بری سب ادا کیں پسند کرتا ہے مگر آہ !! اب وہ زمانہ نہیں با
کہ ہمارے شاعر بلکہ ہمارے دل کے مالک ہمو خیالی معشوق کی تنگ دہائی یا زلف کی دلآویزی یا بے
کمری وغیرہ وغیرہ کی جھوٹی تصویریں دکھا کر خوش کریں۔ انہوں نے مدتوں ایسے سین دکھائے
اور لیڈر ہارنے کی حیثیت رکھنے کے بھی ہلو سیر ہے دھڑے نہ جانے دیا کسی غار کی تہ سے اوپر
آتا پاپندی وضع کا عذر نہیں پیش کر سکتا البتہ اسکا عکس عکس ہے۔ یہ بھی ایک چرلانی اور بیدہی
بات ہے کہ دل نئی نئی باتوں پر ہمیشہ لوٹ رہتا ہے کیا ہماری قوم کا پرانا انسانہ مجموعی ہیئت میں اس
زمانے کے نوجوانوں کے لئے نیا نہیں ہے جنکے کانوں سے اس سے پہلے اون مبارک ناموں کو
سنا بھی نہ ہوگا جنکا ہمارے رفیقانہ نظم یا نثر میں نام لیکر کہتے ہیں کہ وہ ایسے تھے اور تم ایسے ہو
عموماً ہندوستان کے اسلامی اور دلی متحسین جوش کو یہاں کے موجودہ طریقہ تعلیم نے کھودیا۔
مصلحان قوم نے اصلاح پر کمر تو باندھی اور خوب کسک باندھی لیکن افسوس یہ نہ خیال کیا کہ وہ
طریقہ اون کے مقلدین کو کہاں پہنچائے گا اور جو جوش اون میں پیدا ہوگا وہ کس قسم کا ہوگا۔

اسلام میں میرے نزدیک اس عہد سے پہلے اگر ضرورت تھی تو صرف اس امر کی کہ اس میں جوش پیدا ہو۔ اور اب یہ ضرورت ہے کہ ایک غیر متحین جوش کو مٹا کر دوسرے قائم کر لیں کیونکہ کوشش کی جائے خدا کرے وہ مجلس تعلیم نافع عام کر کے اس جوش کے پیدا کرنے میں کامیاب ہو جو پہلے کا نسخہ سمجھا جا چکے بغیر آفتاب اسلام گہن میں چھڑا اور جس مجلس کے لئے مرزا محمد ہادی جتانی نے بلبل ریاض سخن بنکر فغان کی ہوا جس کی تصریح کر نیکی کے لئے دلچسپ اور جوش میں لانیوالی دہن میں ایک خاطر خواہ اضافہ کے ساتھ اسکو زیادہ عام پسند بنانے کے واسطے استاد ی جناب سیاحی مولوی سید کاظم حسین صاحب شیفۃ مظللہ العالی نے اسپر تہ زاد فرمائی ہیں۔ میں بڑے سچے دل سے اپنے بڑے بہائی اور دوست کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے حمایت اسلام پر کمر باندھی اور ان باتوں سے قطع نظر فرمایا جسکا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ میں نے بلبل سیر کی فریاد ہمہ تن چشم مینا و گوش شنوا ہو کر دیکھی اور سنی جسکو نہایت زیادہ پراثر فرما کے حضرت شیفۃ مظللہ نے شکایت گردش ایام کا تاریخی خطاب مرحمت فرمایا ہے اور جسکی مجموعی حالت کا اندازہ مجھے اسوقت معلوم ہوا جب اسی قسم کے اور بعض نوحے میرے سامنے دیکھیں اور میں انکو اولٹ پلٹ کر دیکھ رہا ہوں۔ واقعی جناب موصوفت عجیب پیارے خیال سے کام لیا ہے اور اسکو اردو کے اعلیٰ درجہ کے ولہ ورا الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔ شاعری اور اسکی استاد ی کی نسبت مجھے ریمارک کر نیکی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ مصرعہ بلکہ لفظ لفظ خود اپنے حسن اور لنگر کا اندازہ کرادے گا اور پیارے ہموطنوں اور سخن فہموں کو یقیناً مجبور کرے گا کہ قدر کی عینک لگا کر اس کے مطالعہ سے نفع حاصل کریں۔

میں شکایت گردش ایام کی یادگار میں ایک قطعہ تاریخ اتمام بھی اپنے شفیق استاد اور بہائی حضرت شیفۃ مظللہ و زرافہ صہم کے ملاحظہ میں پیش کر کے قبولیت کا منتظر ہوں۔ قطعہ۔ خستہ نیا شیفۃ نے یہ کیا ہے کہ قوم جس سے کہ ہمدرد ہو گا ہر زمانہ انکا کار و مصرع ہے یہ حال ختم کی تاریخ کا لایق مرتبہ جس قوم کا احوال نام (قوم کا ایک ادنیٰ خیر خواہ عسکری عباسی) (موجود کستوری)

غلطنامہ شکایت گردش لایم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۳	نگبت	نگبت
۷	۱۷	صدیا	صد
۹	۳	زمرز	زمرز
۱۳	۱۹	تازہ کار	تازہ کار
۱۵	۴	جنگ	چنگ
۱۶	۱۲	سفاک	صیاد
۱۸	۱۹	ستخذر	منخدر
۲۰	۸	نگبت	نگبت
۲۱	۴	افر	افسر
۲۶	۸	نگبت	نگبت
۲۸	۱۲	بخش	بحسن
۲۹	۱۵	کانون سے	کانون نے